مبوب [illegible] جدید

فتاویٰ عزیزی

کامل

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز
محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ
ہیں۔ آپکے علمی اور فقہی
[illegible] فتاوے زمانے میں ملت
اسلامیہ کیلئے شمع ہدایت کا
کام دیتے رہیں گے یہ مجموعہ
معرفت علمی کا نچوڑ اور دینی
معلومات کا وسیع سرمایہ ہے۔

مَاشَآءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الخ

مبوب بطرز جدید

فتاوائے عزیزی کامل

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

۱۴۶

دار الافتاء

باہتمام

حاجی محمد زکی عفی عنہ برائے دار الافتاء

ناشر

ایچ ایم سعید کمپنی
ادب منزل پاکستان چوک کراچی

نام کتاب ـــــ فتاویٰ عزیزی

جلد ـــــــــــــــ

ناشر ـــــــــ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

ضخامت ـــــــــ ۶۳۲ صفحات

کتابت ـــــــــ حافظ گلزار احمد

تعداد ـــــــــ ایک ہزار

پریس ـــــــــ ایجوکیشنل پریس کراچی

سن طبع ـــــــــ سنہ ۱۳۸۷ھ

طبع جدید ـــــــــ ۱۴۰۸ھ

ملنے کا پتہ

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل پاکستان چوک کراچی

عرضِ مرتب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم والعاقبۃ للمتقین۔

اما بعد۔ فتاویٰ عزیزی مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے مختلف مضامین اور فتاویٰ کا بیش بہا علمی مجموعہ ہے جو ہر زمانہ میں یکساں مفید ہے۔ اہلِ سنت والجماعت کے ہر طبقہ کے علما اس کی اہمیت سے اچھی طرح واقف ہیں اور اس سے بھی واقف ہیں کہ علمی و مذہبی دنیا میں حضرت شاہ صاحبؒ کا مقام کیا ہے اور آپ کی دینی و علمی خدمات نے مسلمانانِ ہند کو کیا فائدہ پہنچایا ہے۔ اسی اہمیت کی بنا پر عالیجناب حاجی محمد سعید صاحب مالک مطبع مجیدی کانپور نے تالیف فتاویٰ عزیزی فارسی کا اُردو ترجمہ کروایا تھا۔ ترجمہ کرنے کی خدمت جناب مولوی عبدالواحد صاحب نو لوی غازی پوری مؤلف تحفۃ الاتقیاء فی فضائل انبیاء نے انجام دی ۲۱ ر ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ میں پہلی جلد کا ترجمہ مکمل ہوا۔ اور یکم محرم ۱۳۲۳ھ کو جلد دوم کے ترجمے کی تکمیل ہوئی۔ ان ہر دو ترجموں کو سرورِ عزیزی المعروف ترجمہ فتاویٰ عزیزی کے نام سے محترم جناب حاجی محمد شفیع صاحب ابن عالیجناب حاجی محمد سعید صاحب مالک مطبع مجیدی کانپور نے دو جلدوں میں شائع کیا تھا۔

تالیف فتاویٰ عزیزی جو دو جلدوں پر مشتمل تھی ایک مخلوط مجموعہ ہے۔ جس میں فقہ، عقائد، تصوف اور کلام کے مضامین شامل ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ علمی اور دینی خدمت طالبانِ علم ودین و متلاشیانِ حق کیلئے افادیت کا بہترین سرچشمہ و ماخذ ہے۔ اب اسے از سرِ نو ابواب و عنوانات کے تحت تقسیم کرنے کے علاوہ آسان اور عام فہم بنانے کی بھی کوشش کی ہے۔ مختلف مضامین کو معنوی اعتبار سے حسب ضرورت پیراگراف میں تقسیم کیا گیا ہے اور مضمون در مضمون کی وجہ سے پڑھنے والے کو اصل مفہومِ مضمون حاصل کرنے میں جو دشواری و الجھن پیدا ہو جاتی ہے اسے دور کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ چنانچہ مسلسل اور طویل مضامین کو پیراگراف کی صورت دے کر سہل الحصول بنایا گیا ہے۔

سرورِ عزیزی المعروف اُردو ترجمہ فتاویٰ عزیزی کی۔ دونوں جلدوں کے مضامین کو ایک جا کرکے انکو ابواب و عنوانات کے تحت لایا گیا ہے۔ مغلق عبارتوں کو آسان کر دیا گیا ہے۔ اور ترجمہ کو دورِ حاضرہ کے مطابق بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ترجمہ کے اکثر الفاظ و جملوں کو اکثر مقامات پر اس طرح تبدیل کر دیا گیا ہے کہ مترجم اور حضرت شاہ صاحبؒ کے اظہارِ مقصد میں کسی قسم کا فرق نہ آنے پائے اور زبان سلیس اور عام فہم ہو جائے۔ ابواب حسبِ ذیل قائم کئے گئے ہیں۔

باب التفسیر والتشریح۔ باب العقائد۔ باب التصوف۔ باب الخلافت۔ باب الفقہ۔

راضی نہ ہو کر شفیع ایک قطعہ زمین خرید کرے اور وہ خریدار صرف دوسرا قطعہ زمین خرید سکے یہ امام ابوحنیفہ رحمہ کا قول اول ہے لیکن آخر قول یہ ہے اور صاحبین رحمہ کا بھی یہی قول ہے کہ شفیع کو اختیار ہے کہ وہ صرف وہی قطعہ زمین خرید کرے جس میں اس کا حق شفعہ ہوتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

مسائل رشوت

سوال : کسی شخص نے رشوت وغیرہ ناجائز امور سے کوئی مکان بنایا یا کوئی موضع خریدا۔ اور ایک مدت تک اس مکان اور موضع پر وہ قابض رہا۔ وہ شخص چاہتا ہے کہ اس مکان اور موضع کو فروخت کرے۔ تو اس مکان اور موضع کی قیمت اس شخص پر حلال ہے یا نہیں؟

جواب : رشوت کا مال بلاشبہ حرام اور خبیث ہے۔ لیکن جب اس شخص نے اس مال کو بدل ڈالا اور اس مال سے مکان بنایا۔ تو اس مکان کا وہ مالک ہوگیا۔ اس کے لئے یہ جائز ہے کہ اس مکان کو فروخت کرے لیکن اس مال میں خبث ہے۔ اس واسطے کہ وہ مال کسب حرام سے حاصل ہوا۔

حاصل کلام جو چیز خرید کی جائے وہ اس شرط سے خریدار کی ملکیت میں آئے گی کہ وہ چیز بیچنے والے کی ملکیت میں رہی ہو اور یہ امر یہاں ثابت ہے اور مال کا حلال اور حرام ہونا کسب کے حلال اور حرام ہونے پر موقوف ہے۔ جب کسب حرام ہوا تو مال بھی حرام ہوا۔ اگرچہ اس شخص کی ملکیت میں تغیر واقع ہوا۔ رشوت کا یہ مال بھی اس مال کے مانند ہے جو زنا کے عوض ملا ہو۔ یا کاہن یعنی نجومی اور برہمن کو بطور نذر کے دیا گیا ہو وہ اس غرض سے کہ وہ غیب کی باتیں بتا دے۔ البتہ اگر وہ شخص وہ مال قرض خواہ کو دے تو وہ قرض خواہ کے حق میں وہ مال حلال ہو جائے گا۔ ایسا ہی اگر کسی دوسرے معاملہ میں کچھ کسی کو دینا ضروری ہو۔ اور وہ مال دیا جائے۔ تو وہ مال لینے والے کے حق میں حلال ہو جاتا ہے اور کسب حرام کرنے والے کے حق میں اس مال کا خبث باقی رہتا ہے۔ لیکن احیاء العلوم کی روایت کے موافق یہ حکم ہے کہ اگر وہ شخص اس فعل بد سے توبہ کرے تو وہ مال اس شخص کے حق میں بھی حلال ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اس شخص نے اس مال کو اس کے مالک کی رضامندی سے لیا ہے۔ اور کسی کی حق تلفی نہ کی ہو۔ ورنہ جو چیز غصب سے ملی ہو اس کے حلال ہونے کے لئے یہ شرط ہے۔ کہ اس چیز سے مالک اس پر راضی ہو جائے۔ کہ جس نے غصب کیا۔ وہ اس مال کو بطور ملکیت اپنے مصرف میں لے آئے۔

سوال : اگر کوئی شخص شرعی طور پر قرض لے اور اس سے مسجد بنائے۔ پھر رشوت وغیرہ ناجائز ذریعے مال حاصل کرے اور اس مال سے اس قرض کو ادا کرے تو ایسی مسجد بنانا شرعاً درست ہے یا نہیں۔

جواب : ایسی مسجد بنانا درست ہے شرعاً اس کے بارے میں مسجد کا حکم ہوگا۔ ایسی مسجد بنانے میں ثواب

مفید ہے۔ اس واسطے کہ قرض کے مال سے وہ شخص اس مسجد کو بنائے گا۔ اگرچہ اس قرض کو خبیث مال سے ادا کرے لیکن جب وہ شخص قرض ادا کرے گا اس وقت اس مال کے خبث کا اثر اس سے پہلے مال میں نہ ہوگا۔ جو قرض لیا گیا تھا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

مسائل سُود

سوال : دار الحرب کے کفار کو سُود دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب : کتب فقہ کی عبارت عام ہے۔ سُود دینے والے اور لینے والے دونوں شامل ہیں مثلاً لا ربوا بين المسلم والحربي في دار الحرب۔ ترجمہ: یعنی دار الحرب میں مسلمان اور حربی کافر کے درمیان سود کا معاملہ ناجائز نہیں؟

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنے رسالہ میں سود دینے کی توجیہ لکھی ہے۔ وہ اس وقت فقیر کو یاد نہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ کافر حربی سے سود لینا حلال ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر حربی کا مال مباح ہے۔ بشرطیکہ کافر حربی کا مال لینے میں عہد شکنی ہونے کا احتمال نہ ہو۔ یعنی ایسا معاملہ نہ ہو کہ اس کافر حربی کے ساتھ اہل اسلام نے عہد کر لیا ہو کہ اس کا مال ناجائز طور پر نہ لیں گے۔ اس واسطے کہ ایسی حالت میں اگر ناجائز طور پر اس کافر حربی کا مال لیا جائے گا۔ تو عہد شکنی ہوگی۔ تو جب کافر حربی خود بخود اپنا مال سُود میں دے تو وہ مال بلاشبہ حلال ہے اور کفار حربی کو سُود دینا بھی جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مال حرام مسلمانوں کو کھانا حرام ہے اور جو چیزیں ہمارے یہاں حرام ہیں ان کو کفار حربی خود کھاتے ہیں۔

تو اگر ان کو کچھ بطور سود کے دیا جائے تو صرف یہی لازم آئے گا کہ جو چیز ہمارے یہاں حرام ہے کفار حربی اس معاملہ کے ذریعہ کھائیں گے۔ اور جو کفار ذمی ہیں یعنی اہل اسلام سے پناہ لے کر دار الاسلام میں ہیں۔ تو اگرچہ جو چیز ہمارے یہاں حرام ہے، وہ چیز کفار ذمی کھاتے ہیں۔ مگر کفار ذمی کو دار الاسلام میں سُود دینا حرام ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ سُود کے معاملہ کو دار الاسلام میں رواج دیتا ہے۔

اور دار الحرب میں کافر کو سود دینے سے یہ نقص لازم نہیں آتا۔ اس واسطے کہ دار الحرب میں کافر کو سُود دینا مباح ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ سُود دینا بالتبع حرام ہے اس واسطے کہ سُود دینے میں کسی دوسرے کا مال نہیں لیا جاتا۔ بلکہ اپنا مال دینا ہوتا ہے۔ اور اگرچہ اپنا نقصان ہو۔ تب بھی اپنا مال دینا مباح ہے۔ علی الخصوص جب غرض ہو کہ مال دینے سے حاجت روائی ہو یا کسی کے ظلم سے محفوظ رہیں۔ تو اس غرض سے اپنا مال دینے میں کچھ حرج نہیں۔ صرف دو امر سے سُود دینا حرام ہوتا ہے اول امر یہ ہے کہ سُود دینے والا آخر کو حرام کھلاتا ہے۔ یعنی جب وہ سُود دیتا ہے تو اس فعل حرام کا باعث ہوتا ہے کہ دوسرا شخص اس کے ذریعے سے سُود کھاتا ہے۔ جو مال حرام ہے اور یہی قباحت اس صورت میں بھی لازم آتی ہے کہ قاضی یا کسی دوسرے حاکم کو رشوت دی جائے۔

۲۔ دوسرا امر یہ ہے کہ سُود دینے والا اس امر کے لئے باعث ہوتا ہے کہ دارالاسلام میں سُود رواج پائے اور علماء نے یہ جائز قرار دیا ہے کہ بحالت اضطرار دارالاسلام میں بھی سود دیا جائے۔ غرضیکہ سود لینے اور دینے میں بہت فرق ہے اگرچہ اصل گناہ دونوں امر میں ہے۔

سوال : تمام ملک نصاریٰ کا بالاتفاق دارالحرب ہے یا نہیں اور اگر نصاریٰ کا تمام ملک دارالحرب ہے۔ تو جائز ہے یا نہیں کہ اہل اسلام ان نصاریٰ سے سُود لیں۔ دیگر جس جگہ کفار کی عملداری ہے وہاں جب جمعہ پڑھ لیا جائے تو اس وقت کے ظہر کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے یا نہیں۔ دیگر اہل اسلام ضرورت کی وجہ سے کفار کو روپیہ دیتے ہیں اور ان سے سُود لیتے ہیں یا کفار سے قرض لیتے ہیں اور ان کو سُود دیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟

جواب : دارالحرب ہونے کی شرطیں روایات فقہیہ میں مذکور ہیں۔ ان روایتوں کو ملاحظہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ شرطیں اس جواب میں لکھی جائیں گی۔ خیال کرنا چاہیئے کہ وہ شرطیں اگر نصاریٰ کے ملک میں پائی جاتی ہیں۔ تو وہ ملک دارالحرب ہے اور جب کوئی چیز پائی جاتی ہے تو اس کے لوازم بھی پائے جاتے ہیں۔ تو جب نصاریٰ کا ملک دارالحرب ہوا تو اس ملک میں کفار سے سُود لینا اور کفار کو سود دینا بھی جائز ہوا۔ اسی واسطے کہ ھدایہ میں یہ مذکور ہے :۔

ولا ربوا بین المسلم والحربی دار الحرب۔ ترجمہ : یعنی مسلمان اور کافر حربی کے درمیان دارالحرب میں سُود حرام نہیں ؎

اور قاعدہ یہ ہے کہ روایات میں جو حکم مطلق ہوتا ہے وہ عام ہوتا ہے تو دونوں صورت یعنی سُود لینا اور سُود دینا حرمت کی نفی میں داخل ہوا۔ لیکن مسلمانوں کو چاہیئے کہ کافر حربی کو سُود دینے میں احتیاط کریں۔ بے ضرورت کافر حربی کو بھی سُود نہ دے اور دارالحرب میں جمعہ قائم کرنے کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر دارالحرب میں کسی جگہ مسلمان حاکم کفار کی طرف سے مقرر ہو تو درست ہے اس حاکم کی اجازت سے جمعہ قائم کیا جائے۔ اور اگر مسلمان حاکم نہ ہو تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ جو شخص امانت دار اور دیانت دار ہو اس کو رئیس مقرر کرلیں تاکہ اس رئیس کی اجازت سے اس کے سامنے نماز جمعہ و عیدین قائم کی جائے اور جس نابالغ کا ولی نہ ہو اس کا نکاح کیا جائے۔ اور لاوارث مال اور یتیموں کی حفاظت کی جائے اور جب کسی میت کے ترکہ کی تقسیم میں نزاع ہو تو ترکہ اس میت کے وارثوں میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ مگر اس رئیس کو امور ملکی میں تصرف اور دخل نہ ہوگا۔ اور اگر دارالحرب میں کسی جگہ کفار کی طرف سے مسلمان حاکم مقرر نہ ہو اور نہ مسلمانوں نے کسی شخص ایماندار کو وہاں کا رئیس قرار دیا ہو۔ تو وہاں چاہیئے کہ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد چار رکعت فرض اس نیت سے پڑھے کہ وہ آخر ظہر پڑھتا ہوں جس کا وقت میں نے پایا مگر اس کو میں نے نہ پڑھا تاکہ جمعہ کے وقت کا فرض یقیناً ادا ہو جائے

فی الھدایۃ لاربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب خلافاً لابی یوسف والشافعی لھما ان الاعتبار بالمستامن منھم فی دارنا ولنا قولہ علیہ السّلام لاربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب ولان مالھم مباح فی دارھم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدر بخلاف المستامن منھم لان مالہ صار محظورا بعقد الامان انتھی۔

ترجمہ : یعنی ہدایہ میں لکھا ہے کہ مسلمان اور کافر حربی کے درمیان دار الحرب میں سود حرام نہیں۔ اس مسئلہ میں خلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ ان دونوں صاحبوں کی دلیل یہ ہے کہ جو کافر دارالاسلام میں مسلمانوں سے امن لے کر رہتا ہو تو وہاں اس کافر اور مسلمان کے درمیان سُود کا معاملہ ناجائز ہوگا۔ وہی حکم کافر حربی کے بارے میں دار الحرب میں ہوگا۔ یعنی دارالحرب میں کافر حربی اور مسلمانوں کے درمیان سُود کا معاملہ ناجائز ہوگا۔ اور ہماری دلیل یہ حدیث شریف ہے کہ مسلمان اور کافر حربی کے درمیان دارالحرب میں سُود حرام نہیں اور یہ بھی دلیل ہے کہ دارالحرب میں کفار حربی کا مال مباح ہوتا ہے۔ تو جس طور سے وہ مال مسلمان لے گا یہی حکم ہوگا کہ اس مسلمان نے مال مباح لیا ہے بشرطیکہ وہ مال لینے میں عہد شکنی نہ ہو بخلاف اس کافر کے جو مسلمانوں سے پناہ لے کر دارالاسلام میں ہو۔ اس واسطے کہ اس کافر کو پناہ دے دی جاتی ہے اس وجہ سے اس کا مال لے لینا منع ہو جاتا ہے۔

وفی عالمگیریۃ من باب استیلاء الکفار اعلم ان دار الحرب تصیر دار الاسلام بشرط واحد وھو اظھار حکم الاسلام فیھا قال محمد فی الزیادات انما تصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفۃ رح بشرائط ثلاث احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتھار وان لا یحکم فیھا بحکم الاسلام والثانی ان یکون متصلۃ بدار الحرب ولا یتخلل بینھما بلدۃ من بلاد الاسلام والثالث ان لا یبقی فیھا مؤمن ولا ذمی آمنا بالامان الاول الذی کان ثابتا قبل استیلاء الکفار للمسلم باسلامہ والذمی بعقد الذمۃ وصورۃ المسئلۃ علی ثلاثۃ اوجہ اما ان یغلب اھل الحرب علی دار من دارنا او ارتد اھل مصر وغلبوا واجروا احکام الکفر او نقض اھل الذمۃ العھد وتغلبوا علی دارھم ففی کل من ھذہ الصور لا تصیر دار الحرب الا بثلاث شرائط وقال ابو یوسف رح ومحمد رح بشرط واحد لا غیر وھو اظھار احکام الکفر وھو القیاس انتھی ایضاً فی العالمگیریۃ من باب الجمعۃ بلاد علیھا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیھم ان یلتمسوا والیا مسلما کذا فی معراج الدرایۃ انتھی۔

ترجمہ : فتاویٰ عالمگیری میں باب استیلاء الکفار میں لکھا ہے کہ دارالحرب صرف ایک شرط پائے جانے سے دارالاسلام ہو جاتا ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ اس دارالحرب میں اسلام کا حکم ظاہر کر دیا جائے۔ امام محمدؒ نے زیادات میں لکھا ہے کہ دارالاسلام امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اس وقت دارالحرب ہو جاتا ہے جب اس دارالاسلام میں یہ تین شرطیں پائی جائیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ اس دارالاسلام میں کفار کے احکام جاری و شائع ہو جائیں۔ وہاں اسلام کا حکم باقی نہ رہے۔

فرمایا کہ کیا خیبر میں سب خرمے ایسے ہی ہوتے ہیں تو اس شخص نے عرض کیا کہ :-

لا یا رسول اللہ انما ناخذ ھذا الصاع بالصاعین ۔ ترجمہ : نہیں یا رسول اللہ خیبر میں سب خرما اس طرح کا نہیں ہوتا بلکہ وہاں دوسرے طرح کا بھی خرما ہوتا ہے ۔ اور وہ خرما دو صاع دیتے ہیں اور اس کے عوض میں عمدہ خرما ایک صاع خریدتے ہیں "

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا :-

عین الربٰوا لا تفعل ھذا ۔ ترجمہ : یہ عین سود ہے کسی چیز کو اس کے ہم جنس سے زیادہ یا کم خریدنا ایسا کام نہ کیا کرو "

بل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا ۔ ترجمہ : بلکہ ایسا کیا کرو کہ خراب خرما کو دراہم کے عوض میں فروخت کیا کرو اور پھر ان دراہم سے بہتر خرما خرید لیا کرو "

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب معاملہ خرید و فروخت میں غیر جنس کا واسطہ ہو جائے تو زیادہ لینے یا دینے میں سود لازم نہیں آتا یعنی مثلاً کوئی چیز دو سیر اس کے غیر جنس کے عوض فروخت کی جائے اور پھر وہ چیز غیر جنس دے کر وہی سابق چیز ایک سیر خرید کی جائے ۔ تو اس سے سود کا معاملہ لازم نہیں آتا ۔ اور اگر یہ معاملہ ہو کہ مثلاً ساہوکار کو سو روپیہ دیا جائے کہ وہ ساہوکار سو روپیہ اس شخص کے پاس پہنچا دے جس کے پاس روپیہ بھیجنا منظور ہے اور یہ شرط قرار پائے کہ ساہوکار سو روپیہ میں سے روپیہ دینے والے کو کچھ واپس دے دے گا اور اس کو پھیرت کہتے ہیں ۔ اور ساہوکار سو روپیہ پورا اس شخص کے پاس پہنچا دے گا جس کے پاس وہ روپیہ پہنچانے کی شرط ہے ۔ یعنی ایسا معاملہ اس صورت میں ہوتا ہے جب ساہوکار کو روپیہ لینے کی غرض ہوتی ہے ۔

مثلاً ساہوکار کی غرض ہو کہ جب تک روپیہ اس کے پاس رہے گا ۔ اس روپیہ سے ساہوکار کو فائدہ ہوتا ہے گا ۔ تو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ ہنڈوی کرانے والا سود لیتا ہے ۔ تو اس معاملہ کے جواز کی ترکیب یہ ہے کہ مثلاً اگر منظور ہو کہ سو روپیہ کی ہنڈوی کرائی جائے ۔ اور شرط قرار پائے کہ اس سے ساہوکار پانچ روپیہ واپس دے دے گا ۔ اور ایسے معاملہ میں جو روپیہ واپس ہوتا ہے اس کو پھیرت کہتے ہیں ۔

تو اس معاملہ کے جواز کی صورت یہ ہے کہ سو روپیہ میں دس روپیہ ہنڈوی کرانے والا اپنے پاس رکھ لے اور باقی نوے روپیہ ساہوکار کو دے اور اس دس روپیہ میں سے پانچ روپیہ کا پیسہ توڑا لے اور وہ پیسہ بھی ساہوکار کو دے اور باقی پانچ روپیہ خود لے لے اور ساہوکار پورا سو روپیہ اس شخص کے پاس پہنچا دے جس کے پاس وہ روپیہ پہنچانے کی شرط ہو ۔ تو اس معاملہ میں ایسا ہوا کہ گویا پانچ روپیہ کا پیسہ دیا گیا اور اس کے عوض میں دس روپیہ لیا گیا اور خلاف جنس ہونے سے اس معاملہ میں کچھ قباحت نہیں ۔

مثلاً عام طور پر ایک روپیہ کا سو لگنڈا پیسہ ملتا ہے اور بوقت ضرورت آٹھ گنڈا پیسہ ایک روپیہ دے کر لے لیا جائے تو یہ سود نہیں ۔ اس واسطے کہ سود یہ ہے کہ کوئی چیز دی جائے اور اس کے عوض دوسری چیز اسی کی ہم جنس کم یا زیادہ لی جائے

اور باقی اور شرطیں بھی سود کی پائی جائیں ۔ تو ایسے معاملہ میں سود ہوتا ہے اور جب کوئی چیز دی جائے اس کے عوض غیر جنس چیز دی جائے ان میں سے کوئی دوسری چیز کم یا زیادہ لی جائے تو یہ سود نہیں ۔

اور ہنڈوی کی کراہت رفع ہونے کی علماء نے ایک اور تدبیر لکھی ہے کہ ساہوکار سے پہلے ہنڈوی کا ذکر نہ کیا جائے صرف بطور قرض کے ساہوکار کو روپیہ دیا جائے اور اس کے بعد ساہوکار سے کہا جائے کہ یہ قرض فلاں شہر میں فلاں شخص کو ادا کر دو ۔ اور اسی مضمون کی تحریر ساہوکار سے لکھوا لے ۔ اس واسطے کہ ہنڈوی مکروہ ہے ۔ صرف اس وجہ سے کہ ہنڈوی کرانے والے کو اس قرض سے فائدہ ہوتا ہے ۔ یعنی راہ میں روپیہ کے نقصان ہونے کا خطرہ نہیں رہتا اور قرض میں جب قرضخواہ کے نفع کی شرط ہوتی ہے تو اس میں سود کا شبہ بھی نہیں ۔ لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ معاملہ ہو کہ ساہوکار کو جس قدر روپیہ دیا جائے ۔ اسی قدر روپیہ ساہوکار اس شخص کے پاس پہنچا دے جس شخص کے پاس روپیہ پہنچانے کی شرط ہو ، تو ایسے معاملہ میں بھی ہنڈوی کرانے میں کراہت ہے ۔ اس واسطے کہ ہنڈوی کروانے والے کو بطور قرض روپیہ دینے سے یہ فائدہ ہوتا ہے ۔ کہ راہ میں اس روپیہ کے نقصان ہونے کا خطرہ نہیں رہتا تو ایسے معاملہ میں سود کا شبہ ہوتا ہے ۔ اس واسطے کہ علماء کرام نے یہ ترکیب لکھی ہے کہ پہلے ہنڈوی کا ذکر نہ ہو تا کہ قرض سے فائدہ لینے کی شرط قرض میں نہ ہو اور سود کا شبہ نہ ہو اور بلا کراہت یہ معاملہ ہنڈوی کا صحیح ہو جائے ۔

مسائل متفرق

سوال : لنگی یا پائے جامہ ٹخنے کے نیچے ہو تو کیا حکم ہے ؟

جواب : یہ مکروہ ہے کہ مرد پائے جامہ اور لنگی اور ازار ٹخنے سے نیچے تک پہنے

سوال : مونچھ کے بال کاٹنے کا کیا حکم ہے ؟

جواب : مونچھ کا بال اگر لب سے نیچے ہو جائے تو اس کو کاٹنا نہایت مؤکد ہے قریب واجب کے ہے ۔ اور اگر لب سے نیچا نہ ہو تو اس کا کاٹنا واجب نہیں ہے ۔ مگر خوف ہو کہ شاید مونچھ کا بال نیچے آ جائے تو وہ بھی کاٹنا مؤکد قریب واجب کے ہے ۔ اس واسطے کہ مونچھ کا بال بڑھ کر منہ میں آ جاتا ہے ۔

سوال : کرکدن یعنی گینڈا حلال ہے یا حرام ہے ۔

جواب : فضائل مآب و کمالات اکتساب ذو الذہن الثاقب والفہم الصائب آخون زادہ مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ وزادہ بسطۃ فی العلم والعمل وبلغ الی الکمل الاول فقیر عبدالعزیز کی طرف سے بعد ابلاغ سلام مسنون الاسلام مقرون بالتعظیم والاکرام کے واضح رائے شریف و ذہن لطیف ہو کہ رقیمہ کریمہ تو شیقہ میں نواب صاحب کے وارد ہوا ۔ حق تعالیٰ مراتب علم و عمل ترقی و تزاید فرماتا ہے اور جمیع مکروہات و بلیات دارین سے اپنی پناہ میں محفوظ رکھے ۔

دوسری شرط یہ ہے کہ دار الحرب کے ساتھ وہ دار الاسلام متصل ہو جائے ان دونوں مقامات کے درمیان میں اسلام کا کوئی شہر نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ اس دار الاسلام میں کوئی مسلمان امن کے ساتھ باقی نہ رہے۔ اس امن کے ذریعے سے جو سابق میں اس کو اسلام کے سبب سے حاصل تھا اور نہ وہاں کوئی کافر ذمی امن کے ساتھ باقی رہ جائے اس امن کے ذریعے سے جو سابق میں اس کو حاصل تھا۔

اور صورت اس مسئلہ کی تین طور پر ہے ایک یہ کہ کفار حربی کا غلبہ کسی دار الاسلام میں ہو جائے یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہو جائیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اور ان لوگوں کا غلبہ ہو جائے اور وہ لوگ احکام کفر کو جاری کر دیں دوسرے یہ کہ کسی جگہ کے کفار ذمی عہد شکنی کریں اور وہاں اُن کا غلبہ ہو جائے تو دار الاسلام ان صورتوں میں دار الحرب نہ ہو گا۔ البتہ دار الاسلام اس حالت میں دار الحرب ہو جائے گا کہ وہاں تین شرطیں پائی جائیں، جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کا قول یہ ہے کہ جب کسی مقام میں کفر کے احکام شائع ہو جائیں تو وہ مقام صرف اسی ایک شرط کے پائے جانے سے دار الحرب ہو جائے گا دوسری شرطوں کی ضرورت نہیں اور یہی حکم قیاس کے موافق ہے اور یہ بھی فتاوی عالمگیری میں باب الجمعہ میں مذکور ہے کہ جن شہروں میں والیان ملک کفار ہیں، وہاں اہل اسلام کے لئے جائز ہے کہ جمعہ قائم کریں اور وہاں کے اہل اسلام جس شخص کے قاضی ہونے پر راضی ہوں گے وہی شخص شرعاً قاضی ہو جائے گا مگر اہل اسلام پر واجب ہو کہ کوئی مسلمان والئی ملک تلاش کریں۔ ایسا ہی معراج الدرایہ میں ہے "یہ مضمون فتاوی عالمگیری کی عبارت مذکور کا ہے۔

سوال : ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک جائز ہے کہ دار الحرب میں کافر سے سُود لیا جائے لیکن صاحبین رح اور امام شافعی رح کے نزدیک یہ سود بھی ناجائز ہے۔ سُود منع ہونے کے بارے میں شارع کی جانب سے کتاب و سنت میں جس قدر تشدد وارد ہے۔ اس کے اعتبار سے یہ مسئلہ امام اعظم رح کا شرع کے لحاظ سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ انگریز اور اُن کے مانند دوسرے لوگوں کی عملداری جو اہل اسلام سے نہیں دار الحرب ہے یا نہیں۔ جواب ارشاد فرمائیں۔

جواب : یہ جو قول ہے :

ولا ربوٰ بین المسلم والحربی۔ ترجمہ : اور نہیں سُود ہے درمیان مسلمان اور کافر حربی کے "

تو یہ قول ظاہر پر محمول ہے اور اصول فقہ کے موافق ہے اور اسی طرح کے بہت سے مسائل ہیں مثلاً

بین المالک والمملوک۔ یعنی نہیں ہے سُود درمیان مالک اور مملوک کے "

اور بھی اس کے مانند قول ہے اور اصل یہ ہے کہ جس جگہ مال بلا شرط معاوضہ مفت لینا جائز ہے۔ وہاں سُود حرام نہیں۔

اگر کوئی مسلمان کافر حربی سے پناہ لے کر دار الحرب میں رہے تو وہاں اس مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ کفار حربی کا مال جبراً لے لے۔ اگر کفار خوشی سے دے دیں تو بہر حال ان کا مال لے لینا جائز ہے۔ حتیٰ کہ اگر کفار حربی کسی عقد فاسد کے ذریعے سے بھی اپنا مال اس مسلمان کو دیں۔ تب بھی مسلمان کو جائز ہے کہ وہ مال لے لے اور دار الحرب میں اس عقد فاسد کی وجہ سے عقد فاسد درست ہو جاتی ہے۔ اس واسطے کہ کفار حربی کا مال دار الحرب میں مسلمان کے لئے اصل میں مباح ہے لیکن جو مسلمان کہ دار الحرب میں کفار حربی سے پناہ لے کر رہتا ہے اس کے لئے حرام ہے کہ وہاں کفار حربی کا مال جبراً اُن سے لے لے۔ اور یہ حرمت صرف اس وجہ سے ہے کہ وہاں کفار حربی کا مال جبراً لے لینے سے عہد شکنی ہوتی ہے اور جب وہ خوشی سے اپنا مال دیں تو اس مال کے بارے میں کوئی وجہ حرمت کی نہیں۔ اور یہ جو سوال میں ہے کہ عملداری انگریز کی اور ان کے مانند اور لوگوں کی عملداری جو اہل اسلام سے نہیں دار الحرب ہے یا نہیں۔

جاننا چاہئیے کہ یہ قول ہے کہ دار الاسلام کبھی دار الحرب نہیں ہو سکتا مرجوح ہے یعنی ضعیف ہے۔ اصح قول یہ ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ دار الاسلام دار الحرب ہو جائے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ دار الاسلام کس صورت میں دار الحرب ہو جاتا ہے۔ علماء کرام کی ایک جماعت کا یہ کلام ہے کہ اگر کوئی ایک چیز بھی شعائر اسلام سے جبراً منع کی جائے۔ مثلاً اذان یا ختنہ سے جبراً دار الاسلام میں منع کیا جائے تو وہ دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہے۔

اور علماء کی دوسری جماعت کا یہ قول ہے کہ دار و مدار اس امر کا کہ دار الاسلام دار الحرب ہو جائے اس پر نہیں کہ اس دار الاسلام میں شعائر اسلام مٹائے جائیں۔ بلکہ جب شعائر کفر بے دغدغہ باعلان دار الاسلام میں رواج پائیں۔ اگرچہ وہاں شعائر اسلام سب قائم ہوں۔ لیکن تاہم وہ دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہے۔

اور علماء کرام کی ایک تیسری جماعت بھی ہے اس نے اس سے بھی تنگی کی ہے اور یہ کہا ہے کہ دار الحرب اس کو کہتے ہیں کہ وہاں کوئی مسلمان اور نہ کوئی کافر ذمی امن میں سابق پناہ کے ذریعہ سے ہو۔ خواہ بعض شعائر اسلام وہاں ترک کئے گئے ہوں یا نہ کئے گئے ہوں اور خواہ باعلان شعائر کفر نے رواج پایا ہو یا نہ پایا ہو۔ اور اسی قول ثالث کو محققین نے ترجیح دی ہے اور بلحاظ اس قول ثالث کے عملداری انگریز کی اور ان کے مانند دوسرے غیر اہل اسلام کی عمل داری بلا شبہ دار الحرب ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال : یورپ کے بعض علماء امامیہ فتوی دیتے ہیں کہ انگریزوں سے سود لینا جائز ہے۔ اور ایک روایت مختلف فیہا پر بہ غرض فائدہ اٹھانے کے، عمل کرنا اور دوسرے نص سے کنارہ کشی کرنا جو اس بارے میں وارد ہے کہ کفار سے دوستی رکھنا ناجائز ہے۔ یعنی ان نصوص پر عمل نہ کرنا اور کفار کے ساتھ مصاحبت رکھنا اور ان کی موافقت کرنا گویا مصداق ہونا اس آیت کا ہے :۔

اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَتَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۔ ترجمہ : پس کیا ایمان لاتے ہو قرآن شریف کے بعض احکام پر اور کفر کرتے ہو اس کے بعض احکام کے ساتھ "

علاوہ اس کے اس معاملہ کو رواج دینے سے سُود کے معاملے سے پرہیز کرنے میں سستی ہو جائے گی۔ اور رفتہ

رفتہ اہل اسلام کفار ہند سے بھی سود لینے لگیں گے اور پھر ایسی سستی ہو جائے گی کہ اہل اسلام باہم بھی ایک دوسرے سے سود لینے میں تامل نہ کریں گے۔

جواب: کفار حربی سے سود لینے میں جو فساد آپ نے لکھا ہے واضح ہوا۔ بحث صرف یہ ہے کہ اصل میں بنفسہ ایسا معاملہ مباح ہے یا نہیں۔ اور باوجود اس کے آپ نے جو لکھا ہے کہ کفار حربی سے سود لینے میں طرح طرح کا فساد ہے تو اس پر نقض ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ جہاد کرنا کفار کے ساتھ جائز ہے اور جہاد میں کفار مرد قتل کئے جاتے ہیں اور ان کا مال لوٹ لیا جاتا ہے۔ اور ان کے بچے گرفتار کئے جاتے ہیں، اور وہ لونڈی غلام بنائے جاتے ہیں۔ اور ان کا مکان گرا دیا جاتا ہے اور ان کا باغ اور زراعت جلا دی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معاملہ مسلمانوں کے ساتھ کرنا نہایت قبیح ہے اور جہاد میں کفار کے ساتھ جو یہ معاملات کئے جاتے ہیں۔ اس سے دوسرا فساد پیدا ہونا دوسرا امر ہے۔ اسمیں کلام نہیں۔ بلکہ کلام اس میں ہے کہ اگر ان معاملات سے کوئی فساد مسلمانوں کے حق میں پیدا نہ ہو۔ تو اس صورت میں یہ معاملات جائز ہیں بلکہ امور مباح اور مستحب اور مندوب میں بھی اگر کوئی امر موجب فساد شامل ہو تو وہ حرام ہو جاتا ہے تو اس مسئلہ کا کیا ذکر ہے کہ بنفسہ اس کے مباح ہونے میں بھی علماء حنفیہ میں باہم اتفاق نہیں اور علماء امامیہ کی رائے کا کیا اعتبار۔ اس واسطے کہ ان کے نزدیک تو کفار ذمی اور اہل اسلام سنی سے بھی سود لینا جائز ہے۔

گفتگو صرف اس میں ہے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک اس مسئلہ میں کیا حکم ہے۔ بعض اشخاص کا عمل نہ کرنا ان آیتوں پر جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار سے بیزار رہنا چاہئے۔ البتہ اس امر کے لئے باعث ہے کہ ان لوگوں کی دیانتداری میں طعن کیا جائے لیکن قرآن شریف کی بعض آیتوں پر ایمان لانا موجب طعن نہیں۔ اگرچہ اس سے کوئی دنیاوی فائدہ کی بھی نیت ہو۔ اس واسطے شرع کا حکم ظاہر پر ہوتا ہے غیر کے دل کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔

سوال: ہنڈی کرانا جائز ہے یا مکروہ۔

جواب: کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ہنڈوی کرانا مکروہ ہے اور ہنڈوی کو سفتجہ اور سفاتج کہتے ہیں چنانچہ شرح وقایہ میں لکھا ہے:۔

وکرہ السفتجۃ وہی اقراض لسقوط خطر الطریق فی المغرب السفتجۃ بضم السین وفتح التاء ان یدفع مالا بطریق الاقراض لیدفع الی صدیقہ فی بلد آخر وانما یقرضہ لسقوط خطر الطریق۔ ترجمہ: مکروہ ہے سفتجہ یعنی ہنڈوی اور ہنڈوی سے مراد یہ ہے کہ مال کسی کو بطور قرض دیا جائے۔ اس غرض سے کہ وہ مال اس شخص کے ذریعہ سے کسی ایسے شخص کے پاس پہنچ جائے جس کے پاس وہ مال بھیجنا منظور ہو اور راہ میں وہ مال نقصان نہ ہو۔ مغرب میں لکھا ہے کہ سفتجہ (ہنڈوی) ساتھ ضمہ سین اور فتحہ تا کے یہ ہے کہ کسی شخص کا دوست دوسرے شہر میں ہو۔ اور اس شخص کو منظور ہو کہ کوئی مال اس دوست کے پاس بھیجے۔ تو اس احتیاط کے خیال سے کہ وہ مال راہ میں نقصان نہ ہو۔ وہ مال کسی دوسرے شخص کو بطور قرض کے دے تاکہ وہ دوسرا شخص اس امر کا ذمہ دار ہو جائے۔ کہ وہ مال اس دوست کے

پاس پہنچا دے گا۔ اور راہ میں وہ مال نقصان نہ ہوگا اور یہ معاملہ اس غرض سے ہوتا ہے تاکہ راہ میں اس مال کے نقصان ہو جانے کا خطرہ باقی نہ رہے۔

اب ہم یہ امر بیان کرتے ہیں کہ ایسا معاملہ ہنڈوی کا یہاں تین طور پر ہوتا ہے کہ جو ساہوکار اس شرط پر روپیہ لیتے ہیں کہ کسی دوسرے خاص شخص کے پاس باحتیاط وہ روپیہ پہنچا دیں، وہ ساہوکار کبھی ایسا کرتے ہیں کہ جس قدر روپیہ لیتے ہیں صرف اسی قدر روپیہ ہنڈوی کے کاغذ میں لکھ دیتے ہیں۔ نہ زیادہ لکھتے ہیں نہ کم لکھتے ہیں۔ یعنی اس سے ان ساہوکار کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ جس قدر روپیہ ہم نے لیا ہے۔ اسی قدر کل روپیہ اس شخص کے پاس پہنچا دیں گے۔ جس کے پاس منظور ہے کہ روپیہ پہنچ جائے۔ اور ہم یہ روپیہ پہنچانے کے عوض میں بطور اجرت کے کچھ نہ لیں گے۔ اور اس غرض سے کہ یہ روپیہ جب تک ہمارے پاس رہے گا اس سے ہم کو فائدہ ہوگا ہم اس کے عوض میں کچھ دیں گے بھی نہیں۔

اور ساہوکار کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ جس قدر روپیہ لیتے ہیں اس سے زیادہ لکھ دیتے ہیں۔ یعنی ان لوگوں کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب تک روپیہ ہمارے پاس رہے گا۔ اس سے ہم کو فائدہ ہوتا رہے گا۔ تو اس کے عوض میں اس قدر روپیہ زیادہ اس شخص کے پاس پہنچا دیں گے جس شخص کے پاس وہ روپیہ پہنچ جانا منظور ہے۔

اور کبھی ساہوکار ایسا بھی کرتے ہیں کہ روپیہ زیادہ لیتے ہیں اور ہنڈوی کے کاغذ میں اس سے کم لکھتے ہیں یعنی ساہوکار کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس قدر روپیہ ہم نے لیا ہے اسمیں سے اس قدر روپیہ پہنچانے کے عوض میں بطور اجرت کے ہم لیں گے۔ اور باقی اس قدر روپیہ اس شخص کے پاس پہنچا دیں گے جس کے پاس منظور ہے کہ یہ روپیہ پہنچ جائے۔ پہلی صورت میں یعنی ہنڈوی میں جب روپیہ پورا لکھ دیا جائے تو اس صورت میں سود ہونے کا شبہ نہیں اور باقی دونوں صورتوں میں صراحتاً سود ہے۔ دوسری صورت میں یعنی جب ہنڈوی کے کاغذ میں روپیہ بڑھا کر لکھ دیا جائے تو اسمیں یہ قباحت ہے کہ ہنڈوی والا سود لیتا ہے۔

تیسری صورت میں یعنی جب ہنڈوی کے کاغذ میں روپیہ کم کر کے لکھا جائے۔ یہ حرج ہے کہ ہنڈوی کرنے والا سود دیتا ہے لیکن بہت آسان ترکیب یہ ہے کہ ان دونوں صورت میں بھی ایسے طور سے معاملہ کیا جائے۔ کہ سود نہ دینا لازم اور نہ لینا لازم آئے۔

مثلاً اگر منظور ہو کہ سو روپیہ کی ہنڈوی کرائی جائے اور شرط قرار پائے کہ ہنڈوی کے عوض میں ساہوکار کو دس روپے دیئے جائیں، تو چاہیئے کہ اٹھانویں روپیہ ساہوکار کو دیا جائے اور بارہ روپیہ کا پیسہ ساہوکار کے ہاتھ فروخت کیا جائے اس شرط پر کہ ان بارہ روپیہ کے پیسہ کی قیمت ساہوکار سے صرف دو روپیہ لی جائے گی۔ تو اب ساہوکار کے ذمہ ہنڈوی کرنے والے کا سو روپیہ بطور قرض کے ہو گیا۔ اب اس ساہوکار سے کہہ دیا جائے کہ تم سو روپیہ فلاں مقام پر فلاں شخص کے پاس پہنچا دو۔ تو ایسی حالت میں یہ بھی ہوا کہ ساہوکار کو دس روپیہ ہنڈوی کے عوض میں دیا گیا۔ اور اسمیں کوئی قباحت بھی نہ ہوئی یعنی غیر جنس ہونے کے سبب سے سود دینا لازم نہ آیا اور یہ حدیث صحیح مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے:۔

ایک شخص خیبر سے آیا اور وہ خرمے لایا اور وہ خرمے نہایت خوب اور لطیف تھے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم